☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کتاب وسنت کے حوالے سے مسائل کا حل

۱۰ ربیع الثّانی ۱۴۳۹ ھجریه

بمطابق 29 دسمبر 2017ء

رہبرِ ملّت حضرت مفتی نذیر احمد قاسمی حفظہ اللہ ورعاہ

شیخ الحدیث وصدر مفتی دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

س:-1

کیا عورت کا خود کمائی ہوئی جائیداد کو شوہر کے نام پر رکھنا جائز ہے کہ نہیں۔اگر دونوں میاں بیوی کماتے ہوں تو بچوں کے بنیادی ضروریات پورا کرنا کس کا فرض بنتا ہے؟

(اولاد اور زوجہ کا خرچہ کی تمام ذمہ داری شوہر پر)

جواب:-1

اولاد کے تمام خرچے باپ پر لازم ہوتے ہیں۔چاہے زوجہ یعنی بچوں کی ماں کے پاس کافی جائیداد اور رقم ہو۔اور چاہے وہ خود بھی کماتی ہو۔لیکن بچوں کا نفقہ شریعت اسلامیہ نے بھی اور قانون میں بچوں کے باپ پر ہی لازم ہے۔اگر یہ باپ مالی وسعت کے باوجود ادائیگی میں کوتاہی کرے تو یہ اولاد کی حق تلفی کرنے والا قرار پائے گا اور اگر باپ اپنی مالی وسعت کے بقدر خرچ کر رہا ہے،مگر آج کے بہت سارے خرچے وہ ہیں جو صرف مقابلہ آرائی اور تنافس (Competition) کی وجہ سے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔وہ خرچے اگر باپ نہ کرے تو وہ نہ گنہگار رہوگا اور نہ ہی حقوق العباد کے ضائع کرنے والا قرار پائے گا۔

زوجہ کو مجبور کرنا کہ وہ اپنی کمائی بچوں پر یا گھر پر ضرور کرے۔یہ شرعاً بھی غلط ہے،غیرت کے بھی خلاف ہے اور عقل واخلاق سے بھی غلط ہے۔لیکن اگر کوئی خاتون اپنی خوشی ورضامندی سے اپنے گھر یا اپنے بچوں پر اپنی آمدنی صرف کرے تو اُس میں نہ کوئی حرج ہے نہ یہ کوئی غیر شرعی چیز ہے۔کمائی ہوئی آمدنی بہرحال کہیں نہ کہیں تو خرچ ہونی ہی ہے۔اگر اپنی اولاد پر خرچ ہو تو کیا مضائقہ ہے۔

زوجہ کی کمائی پر شوہر کا کوئی حق نہیں ہے،اور اگر شوہر زوجہ کو مجبور کرے کہ وہ اپنی کمائی ہوئی جائیداد کو شوہر کے نام پر ہی اندراج کرائے تو یہ سراسر غلط ہے اور عورت اگر اس کا انکار کرے تو شوہر جبر نہیں کرسکتا اور عورت کا انکار بھی نہ غیر شرعی ہے نہ غیر اخلاقی ہے۔لیکن اگر عورت برتر اخلاق کا مظاہرہ کرے اور دُور اندیشی،وسعت ظرفی،دریادلی کا مظاہرہ کرے۔اپنا اور اپنے بچوں کا مستقبل بچانے کے لئے اگر وہ جائیداد بچوں کے نام پر اندراج کرائے،شوہر کی بے جاضد کو صرف اپنی اور بچوں کی زندگی کو تلخیوں سے بچانے کے لئے قبول کرے اور جائیداد اُسی کے نام اندراج ہوجائے تو اس میں دینی،دینوی طرح طرح کے فائدے ہوں گے۔

سوچئے اگر یہ جائیداد عورت کے نام پر رہی تو آگے اس کا حق اولاد کا ہی ہوگا اور اگر جائیداد باپ کے نام پر رہی تو بھی یہ آئندہ اولاد ہی کا حق ہوگا۔لیکن شوہر کو بھی یہ بات ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے کہ اُس کے بچوں کی ماں نے آج تک اُس کے بچوں پر کتنا خرچ کیا۔اور یہ سب بہرحال اُس کا احسان،جس کا اعتراف نہ کرنا ناشکری ہے۔اور آگے یہ سوچیں کہ اگر کمائی زوجہ کی ہے تو یہ غلط اصرار کیسے دُرست ہوگا کہ یہ جائیداد شوہر کے نام پر اندراج ہو۔وہ ٹھنڈے دل سے یہ بھی سوچے کہ اگر وہ جائیداد زوجہ کے نام پر ہی اندراج ہو تو بھی آئندہ یہ اُس کے بچوں کا ہی حق ہوگا۔اس لئے اپنے گھر کو تلخیوں سے بچانے اور اپنی زوجہ وبچوں کو ذہنی وجسمانی سکون دینے کے لئے دُور اندیشی اور وسعت قلبی کا روّیہ اپنائے اور زوجہ پر بے جا اصرار نہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ زوجہ کی کمائی زوجہ کی ہے۔اگر وہ اپنی خوشی ورضامندی سے بچوں یا گھر پر اپنی آمدنی صرف کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اگر وہ خرچ نہ کرے تو شوہر کا جبر کرنا غیر شرعی ہے۔

عورت اگر اپنی رضامندی سے اپنی کمائی اپنے شوہر کے نام رکھے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔اگر وہ خوشی سے اس پر آمادہ نہ ہو تو اصرار وجبر کرنا غیر شرعی ہے۔بچوں کا باپ اور ماں اگر دونوں کماتے ہوں تو بھی بچوں کا تمام تر خرچہ بچوں کے باپ پر لازم ہوگا۔اگر اپنی اپنی آمدنی میں سے اپنے بچوں پر خرچ کرے تو یہ بھی کوئی غیر شرعی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

س:-2

موسم سرما میں مساجد کے حمام گرم رکھنے کے لئے۔جن سے نمازیوں کے وضو کے لئے پانی بھی گرم ہوجاتا ہے،محکمہ جنگلات کی طرف سے سستے داموں میں ایندھن فراہم کیا جاتا ہے۔مگر اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ فراہم کئے جانے والے ایندھن کی مقدار پورے موسم سرما کے لئے ناکافی ہوتی ہے۔کچھ مساجد کے منتظمین صلاح ومشورہ کر کے اس بالن کی چھانٹی کر کے کچھ ایسے ٹکڑے،جو قدرے صاف ہوتے ہیں اور سستے قسم کا تعمیری میٹریل فراہم کرنے کے لائق ہوتے ہیں،الگ کر کے فروخت کرتے ہیں۔ظاہر بات ہے کہ اس کے عوض مسجد والوں کو قیمت خرید سے زیادہ رقم ملتی ہے۔چنانچہ اس رقم سے سستے قسم کا ایندھن خرید کر سرمائی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔کیا شرعی اعتبار سے یہ عمل جائز ہے؟

(مساجد کے حمام اور ایندھن کی ضروریات: ایک اہم مسئلہ)

ج:-2

مساجد میں گرمی کا انتظام کرنے کے لئے وادی کشمیر میں گورنمنٹ کی طرف سے جو لکڑی بغرض ایندھن فراہم کی جاتی ہے اس لکڑی میں اگر کچھ تعمیراتی ضرورت میں استعمال ہونے کے قابل کچھ لکڑی ہو تو مساجد کے منتظمین کے لئے شرعاً یہ بات جائز ہے کہ وہ اُس لکڑی کو فروخت کریں اور اس کی قیمت سے مساجد کے لئے مزید ایندھن خریدیں۔

دراصل گورنمنٹ ایندھن کی غرض سے مساجد کے لئے جو لکڑی فراہم کرتی ہے تو مساجد بطور ایک ادارہ؟ وقف کے اُس کا مالک بن جاتی ہے۔اس کے منتظمین جو درحقیقت متولی ہوتے ہیں جب اس لکڑی کو فروخت کرنے اور اس کے عوض میں دوسری زائد مقدار کی لکڑی حاصل کرنے میں بہتری سمجھتے ہیں تو یہ اسلامی وقف کا غلط استعمال نہیں بلکہ اس کا مفید اور نسبتاً زائد نفع بخش جائز تصرف ہے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کسی شخص نے کسی غریب کو ایک ہزار کی رقم بصورِ صدقہ دی اور یہ کہا کہ اس سے اپنے لئے گرم بستر ہ کا انتظام کرو اور اُس غریب شخص نے سوچا کہ اس رقم سے مشکلاً ایک گرم بستر بن سکے گا۔ جب کہ میرے بچے گرم کپڑوں کے لئے محتاج ہیں۔لہٰذا اُس نے اُس رقم سے گرم بستر کے بجائے گرم کپڑے اپنے اہل وعیال کے لئے بنائے۔اس صورت میں زیادہ افراد کو اس رقم کا فائدہ پہنچے گا۔ جیسے یہ جائز ہے۔ اسی طرح لکڑی کا مسئلہ ہے۔

یا مثلاً کسی شخص نے کسی مفلس کو مکان کی کھڑکیوں کے لئے پردہ لٹکانے کا کپڑا دیا جو پورے مکان کے لئے ناکافی تھا۔اُس نے وہ کپڑا فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے نسبتاً سستا کپڑا خریدا جو پورے مکان کی کھڑکیوں کے لئے کافی ہو گیا تو ایسا کرنا اُس کے لئے جائز ہے۔اسی طرح گورنمنٹ کی طرف سے فراہم کردہ لکڑی پورے سردی کے موسم کے لئے اگر ناکافی ہو اس لئے مسجد کی انتظامیہ اس میں ایسی لکڑی جو قدرے بہتر ہونے کی وجہ سے تعمیری کام میں لائے اور بالن کے مقابلے میں بہتر قیمت وصول کر سکے،اسے الگ کر کے فروخت کر کے اور اس کی قیمت سے اتنی زائد مقدار کی جلانے کی لکڑی حاصل کریں، جو پورے موسم سرما کے لئے کافی ہو جائے تو یہ ہرگز غلط نہیں ہے۔

اس سلسلے میں کچھ اہم افسران سے جب یہ استفسار کیا گیا کہ آپ کو اس طرزِ عمل پر کوئی اعتراض ہے کہ مساجد کو دی جانے والی لکڑی کا بہتر حصہ فروخت کر کے اس کے عوض نسبتاً زائد مقدار کا ایندھن حاصل کیا جائے؟

تو ان کا جواب تھا کہ ہم کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔اگر ہم ہی مسجد کے منتظم ہوں اور اس میں ایسا کرنے میں فائدہ محسوس ہو تو ہم خود ایسا کریں گے۔گورنمنٹ اپنے اصول کے مطابق جلانے کی لکڑی فراہم کرتی ہے اُس کے بعد مسجد کے منتظمین اور نمازی خود مختار ہیں کہ اس لکڑی کا استعمال کیسے کریں۔

اس صورتحال میں خلاصہ یہ ہے کہ مسجد کے نمازیوں کو پورے موسم سرما میں گرم پانی اور صوفہ حمام کو گرم رکھنے کے لئے اس لکڑی کو فروخت کر کے سستی لکڑی جو صرف ایندھن بن سکے،خریدنا جائز ہے۔اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے اور اگر کچھ رقم بچ جائے تو اس کو مسجد کی دوسری ضروریات کے لئے بھی استعمال کرنا درست ہے۔ اسلئے کہ یہ مسجد کی ہی رقم ہے جو اسی میں صرف کی جارہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

س:-3

لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔دونوں ہی معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔لڑکی کا باپ لڑکے کی سرکاری نوکری کا نہ ہونے کا بہانہ بنا کر رشتے سے انکار کر رہا ہے۔لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کو نکاح کے لئے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔کیا وہ نکاح دُرست ہوگا؟

(لڑکی یا لڑکے کی رضامندی کے خلاف رشتہ طے کرنا غیر دُرست)

جواب:-3

نکاح پوری زندگی کے لئے ایک ایسا رشتہ ہے جو بہت وسیع اثرات لئے ہوئے ہوتا ہے۔انسان کی دینی،اخلاقی،خانگی،معاشی اور معاشرتی زندگی پر جتنے اثرات نکاح کی وجہ سے پڑتے ہیں۔اُتنے کسی اور چیز کے نہیں پڑتے۔اس لئے اس رشتہ کو قائم کرنے کی ذمہ داری والدین کی ہے۔جو لڑکے لڑکیاں از خود رشتوں کا انتخاب کرتے ہیں وہ ہرگز دُرست نہیں کرتے۔اس کے انتخاب کے لئے جیسی دُوراندیشی،بصیرت اور حزم واحتیاط کی ضرورت ہے وہ عموماً نوجوانی کی جذباتی اور ناتجربہ کاری کی عمر میں نہیں ہوتی۔اس لئے رشتہ کرنے کا حتمی فیصلہ والدین یعنی اولیاء کے ہاتھ میں ہے۔

اگر کسی لڑکے یا لڑکی کو کسی جگہ رشتہ مناسب لگ رہا ہو تو بجائے اس کے کہ خود رشتہ کرنے کا عہد و پیمان کرنے کا اقدام اُٹھائیں،اُن کو چاہیئے کہ وہ والدین کو کہیں کہ فلاں جگہ میرا رشتہ کر دیا جائے۔اگر والدین رضامند ہو گئے تو بہتر۔اگر رضامند نہ ہوئے تو فوراً بات ختم کر دی جائے۔اگر کسی لڑکے یا لڑکی نے یہ غیر شرعی اور احمقانہ حرکت کی کہ خود آپس میں تعلقات بڑھا کر اتنے پختہ کر لئے کہ اب یہ رشتہ نہ کرنے پر اُسی وقت یا آئندہ نقصان یا خرابی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں والدین کو اپنی ضد چھوڑ دینی چاہیئے اور بچوں کے انتخاب کو چاہے با دل ناخواستہ مفتی نذیر احمد حفظہ اللہ: ہی سہی قبول کر کے رشتہ آگے چلائیں۔اگر کوئی معقول یا شرعی وجہ ہو تو والدین کا انکار بجا ہے اور لڑکا یا لڑکی کا اصرار غلط ہے۔

اگر لڑکا یا لڑکی رضامند نہ ہوں اور والدین جبراً کسی جگہ اُن کا رشتہ کرائیں۔تو یہ نہ شرعاً درست ہے اور نہ ہی ایسے رشتوں کے کامیاب ہونے کی کوئی توقع ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات یہی والدین بعد میں بہت ہی زیادہ افسوس کرتے رہ جاتے ہیں۔اور زبردستی کئے ہوئے رشتہ کو تباہ حال دیکھ کر خود مجبور ہو کر اس کو ختم کرنے کی تدبیر کرنے لگتے ہیں۔

حضرت نبی کریم علیہ وسلم سے ایک خاتون نے عرض کیا کہ میرا باپ میرا رشتہ کسی ایسی جگہ کرنا چاہتا ہے جہاں کے لئے میں رضامند نہیں،کیا وہ مجھ پر جبر کر سکتا ہے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باپ اپنی بیٹی کا رشتہ اُس شخص کے ساتھ جبراً نہیں کر سکتا جس سے رشتہ کرنے کے لئے خاتون رضامند نہ ہو۔(بخاری: نکاح کا بیان)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆